تقسیم میراث اسلام اور دیگر مذاہب میں عملی اطلاق ایک تجزیاتی جائزہ

Distribution of Inheritance in Islam and other Religions: its application and analytical review

*مریم نورین

**ڈاکٹر آسیہ رشید

Abstract

It is clear from orders of inheritance that the religion Islam gives right to every human. It adopts numerous procedures for the purpose of giving rights, which, in one form, becomes the law of inheritance. In this law, after death of a person, his remaining proprietorship becomes the proprietorship of his legal heirs. The deceased person’s wife, children, father, and mother etc. are entitled to his proprietorship. In the religion of Islam, there are not only orders regarding Islamic share of legal heirs, but also the deceased has been given the right in his lifetime that he can give his whole or part proprietorship to poor and rightful people. It is because the proprietorship of the deceased person should not come to hands of illegal persons, while the said proprietorship can equally be distributed among the authorized legal heirs/persons. Legacy is also the right of females as given in the Sunnah and Holy Quran. But in present days, Muslims follow other religions, and do not give the Islamic share to the women, which will badly affect them at the Day of Judgment. This article has discussed the rights of women in Islam regarding inheritance.

Key Words: Law of Inheritance, Legal heirs, Legacy,Day of Judgment.

میراث کامفہوم

الوراثُ کے معنی وراثت، ترکہ اور میراث کے ہیں[1]''وراثہ کے معنی کسی کی پونجی کا دوسرے کی طرف منتقل ہو جانا۔ بغیر کسی معاملہ کے (بیع) کے ہیں۔''[2]''لفظِ میراث ''ورثَ، یرث، ارثاًو میراثاًسے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ترکہ اور جائیداد کے ہیں۔''میراث کی جمع مواریث آتی ہے، جس کے معنی''ترکہ ''ہیں، یعنی وہ مال وجائیداد جو میت چھوڑ کر مرے۔ علم میراث کو علم فرائض

*پی ایچ ڈی سکالر علوم اسلامیہ، شہید بینظیر بھٹو وومن یونیورسٹی، پشاور

**اسسٹنٹ پروفیسر نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز(اسلام آباد) نمل یونیورسٹی، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کیمپس۔

بھی کہا جاتا ہے، فرائض فریضۃ کی جمع ہے، جو فرض سے لیا گیا ہے، جس کے معنی ''متعین'' کے ہیں۔ کیوں کہ وارثوں کے حصے شریعت اسلامیہ کی جانب سے متعین ہیں ،اس لیے اس علم کو علم فرائض بھی کہتے ہیں۔[3]

لغت میں ''ارث'' بقاء کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔''[4]ڈاکٹر تنزیل الرحمان کے بقول:

> ''وراثت ایک غیر اختیاری انتقالِ ملکیت ہے۔ جس کے ذریعہ ایک متوفی کا ترکہ اس کے ورثاء کے حق میں بطریق خلاف جانشینی منتقل ہو جاتا ہے۔''[5]

اصطلاح میں کسی شخص کی وفات کے بعد اس کے ترکہ کو مستحق لوگوں کی طرف منتقل کرنے کو وراثت کہتے ہیں۔[6]

مولانا اشتیاق احمد بھنگوی کے مطابق

> ''میراث منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد، ترکہ ہے جو مرنے والے کی طرف سے اس کے زندہ شرعی ورثاء کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے۔''[7]علم المیراث کو علم المواریث اور علم الفرائض بھی کہا جاتا ہے، اور اس علم کے ماہر فرّاض، فرضی اور فارض کہلاتے ہیں۔''[8]

اسلام چونکہ امن و سلامتی کا مذہب ہے اس لئے عدل وانصاف پر زور دیتے ہوئے حق دار کو اسکے جائز حق سے محروم نہیں رکھتا۔یہی وجہ ہے کہ اسلام میں خواہ مرد ہو یا عورت اس کے حصے وراثت میں مقرر فرما دیئے گئے ہیں۔تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہونے پائے۔

مختلف مذاہب اور تقسیم میراث

یہودیت

یہودی مذہب میں میراث صرف مذکر اولاد کو ملتی ہے۔ اگر مرنے والے نے کوئی مذکر اولاد نہ چھوڑی ہو تو اس صورت میں بیٹی میراث کی مستحق ہوتی ہے۔ یعنی اگر مرنے والے نے ورثاء میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی یا زیادہ بیٹیاں چھوڑی ہوں تو میراث صرف بیٹے کو ملتی ہے بیٹیوں کو نہیں۔ اگر دو یا زیادہ بیٹے چھوڑے ہوں تو بڑے بیٹے کو دوگنا حصّہ ملتا ہے مثال کے طور پر اگر بڑے بیٹے کو

۴۰ فیصد ملتا ہے تو باقیوں کو ۲۰ فیصد ملتا ہے۔بیوی کے مرنے پر اس کا سارا ترکہ، جائیداد اس کا شوہر لے لیتا ہے۔[9]

عیسائیت

میراث میں عورتوں کے حصص کے متعلق ان کا عقیدہ بھی یہودیوں سے ملتا ہے۔ (کلیسائی)اور عیسائیت کے اصول و قوانین کے مطابق بیٹے کی موجودگی میں بیٹی میراث سے محروم ہوتی ہے اور یہ Ecclesiastical پادریانہ یا آسمانی و متبرک غیر منصفانہ اصول پچھلی صدی میں رائج ہوئی۔تاہم زیادہ تر عیسائی اس غیر منصفانہ تقسیم کو نہ مانتے ہوئے اپنے بنیادی عقیدے کے مطابق مرد و عورت کو یکساں حقوق دیتے ہیں۔[10]

بیوہ کی میراث

عیسائی اور یہودی مذہب میں نہ صرف بیوہ کو میراث سے محروم کیا جاتا ہے بلکہ اس کو اپنے جہیز سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔اصل میں عیسائی اور یہودی مذہب میں عورت بذات خود میراث کا حصّہ ہوتی ہے جو کہ اس کے شوہر کے بھائی کو مل جاتی ہے چاہے عورت کی مرضی ہو یا نہ ہو۔[11]

ہندومت

ہندوستان میں ان کے پیشوا منوجی کے قاعدہ اور مشرکان عرب کے اصولوں کے مطابق عورتوں کو میراث سے محروم کیا جاتا ہے اور سارا ترکہ مرد حضرات لے لیتے ہیں۔ ہندوستان میں بعض جاہل مسلمان بھی منوجی کے قاعدے کے مطابق میراث کی تقسیم کرتے ہیں۔ بیٹیوں اور نکاح ثانی کرنے والی عورتوں کو مال میراث سے محروم کیا جاتا ہے۔[12]

عرب زمانہء جاہلیت

بعثتِ نبوی ﷺ سے پہلے جاہل عرب عورتوں کے ساتھ بہت سی ناانصافیاں کرتے تھے۔ جس میں ایک ناانصافی یہ بھی تھی کہ اگر کوئی مرد مر جاتا تو نہ صرف اس کے طاقتور ورثاء اس کے مال و متاع پر قابض ہو جاتے تھے۔ بلکہ اس کی بیوہ کو بھی اپنی ملکیت میں لے لیتے تھے اور مختلف طریقوں سے عورتوں کو مجبور کرتے تھے کہ جو مال و متاع ان کے قبضے میں ہے وہ بھی مردوں کے

قبضے میں آجائے۔[13] ہر طرح سے عورتوں اور بچوں کو مال میراث سے محروم رکھتے تھے۔ عربوں میں تقسیمِ میراث کے ایک اصول کے مطابق جو لوگ دشمن کا مقابلہ کرکے مال غنیمت حاصل نہ کر سکتے تھے وہ میراث کے حق دار نہیں سمجھے جاتے تھے۔[14] میراث پانے کے حق دار صرف وہی لوگ ہوتے تھے جو گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر مال غنیمت حاصل کر سکتے تھے۔اس ضمن میں نابالغ بچے، لڑکے اور لڑکیاں، بوڑھے اور عورتیں سب شامل تھیں۔"[15]

اگر مختلف مذاہب کا جائزہ تقسیمِ وراثت کے سلسلے میں لیا جائے۔تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ہر مذہب میں خواہ وہ عیسائیت، یہودیت یا ہندومت ہے اس میں عورتوں کو اہمیت نہیں دی گئی اور ان کے حقوق کا خیال نہیں رکھا گیا۔ یہاں تک کہ خاوند کے مرنے کے بعد اس کی حیثیت جائیداد کی سی ہو جاتی ہے اور ترکہ کے طور پر تقسیم ہوتی ہے۔ وراثت کے حق دار صرف اور صرف مرد حضرات ہی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ جہاں تک جاہلی عرب کا تعلق ہے تو وہاں بھی لا قانونیت کی بالادستی تھی۔ عورتوں کے حقوق متعین نہیں کئے گئے تھے۔اس بناء پر طاقت ور کمزور پر ظلم و ستم روا رکھتا تھا۔ عورت چونکہ فطرتاً ایک کمزور ہستی ہے اس لئے اس دور میں زیادہ ظلم و ستم کا نشانہ عورت ہی بنی۔ مرد اپنی طاقت اور حکمرانیت کا دھونس عورت پر جماتا۔ جس کی وجہ سے عورت اس معاشرہ میں حقوق نہ ملنے کی وجہ سے کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی گئی اور اس دور کے لوگوں کا نظریہ یہ بھی تھا کہ عورت نہ تو لڑائیاں لڑ سکتی ہے اور نہ ہی قبیلہ کا دفاع کر سکتی ہے۔یعنی اسے جسمانی اور عقلی طور پر کمزور سمجھا جاتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ عورتوں کو صرف جنسی تسکین مٹانے اور ظلم و زیادتی کا نشانہ بنانے کے لئے رکھا جاتا تھا۔انہیں وراثت میں کوئی حصہ نہیں دیا جاتا اور جانوروں کی مانند مال و جائیداد کی طرح عورتیں بھی تقسیم کی جاتی تھیں اور کمزور بچے بھی وراثت سے محروم رہتے تھے۔ جبکہ مردوں کو عورتوں کی نسبت بلند مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ انہیں طاقتور سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ قبیلہ کی حفاظت کے پیشِ نظر لڑائیوں میں جنگی آلات کا استعمال کرتے تھے۔ان وجوہات کی بناء پر مردوں کو جائیداد کا اصل وارث تسلیم کیا جاتا تھا۔ جنگل کا قانون تھا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مترادف تھا۔اس کے علاوہ اس دور کے لوگوں میں ایک بڑی خامی یہ بھی تھی کہ فرضی رشتوں

کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ اگر دو افراد کے مابین دوستی، بھائی چارہ، منہ بولے بیٹے یا منہ بولے باپ کا رشتہ قائم ہو جاتا تو اس فرضی رشتے کی بدولت وہ جائیداد اور مال و دولت میں حصہ دار بن جاتا۔ یوں اصل وارثوں کی حق تلفی ہوتی اور غیر حصہ دار بن جاتے۔

صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کے حقوق کا بھی خیال رکھا گیا ہے کیونکہ اسلامی شریعت نہ صرف معاشرہ میں امن وامان کے قیام پر زور دیتے ہوئے میراث کے قانون کو نافذ کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ بلکہ ورثہ کے حصے بھی متعین کرچکی ہے۔ جن پر عمل درآمد سے نہ صرف معاشرہ میں امن وامان قائم ہوگا۔ بلکہ اصل ورثاء کے حقوق بھی محفوظ رہیں گے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کی حق تلفی کو پسند نہیں فرماتا اور انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ ناجائز کسی کو اسکے حق سے محروم کرے گا تو اس کا عذاب وہ دنیا اور آخرت دونوں میں بھگتے گا۔

قرآن اور میراث

تقسیم میراث کے احکام اللہ رب العزت نے بالکل واضح اور صاف متعین فرمائے ہیں جن میں کسی قسم کی الجھن اور شک وشبہ کی گنجائش تک نہیں۔ مال میراث کی تقسیم، ورثاء کے حصے، ان حصوں کی حکمتیں، ادائیگی قرض، مال میراث سے وصیت کی تکمیل اور پھر ان احکام پر عمل پیرا ہونے والوں کے لئے جنت کی نوید اور خلاف ورزی پر عذاب کی وعید سورۃ النساء میں محکم بیان ہوئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ - وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾[16]

"یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے

اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے نکل جائے، اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور رسوا کن عذاب سے دوچار ہو گا۔"

میراث کی ابتداء مفسرین کے مطابق اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کی انتقال پر ہوئی۔ اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ورثاء میں بیوی، دو بیٹیاں اور ایک نابالغ بیٹا شامل تھے۔ چونکہ عرب میں تقسیم میراث کے اصول کے مطابق اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی، بیٹیاں اور بیٹا مال غنیمت حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ سارے جائیداد پر اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی قابض ہو گئے تھے اور ان کو محروم کر دیا تھا۔ اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوہ نبی کریم ﷺ کے پاس شکایت لے کر آئی۔ لہذا نبی کریم ﷺ نے اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائیوں کو بلوایا تو انہوں نے کہا کہ وہ یعنی اوس بن ثابت کی بیوی اور بچے مال غنیمت حاصل نہیں کر سکتے اس لئے حصّہ نہیں مل سکتا جس پر سورۃ النساء کی آیت میراث نازل ہوئی۔ [17]

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾ [18]

"مردوں کے لئے حصّہ ہے ان کے والدین اور رشتہ داروں کے ترکہ میں اور عورتوں کے لئے حصّہ ہے جو چھوڑے ان کے والدین اور رشتہ دار خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ، ان کا حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔"

قرآن میں ایسے لوگوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے جو بلا خوف یتیموں کے مال پر قبضہ کر کے ان کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سب جانتا ہے اس کی ذات سے کوئی بات پوشیدہ نہیں اس لئے دوسروں کے حقوق غصب نہ کریں کیونکہ اللہ کا عذاب نہایت دردناک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ [19]

تم نہیں جانتے کہ تمھارے ماں باپ اور تمھاری اولاد میں سے کون نفع کے لحاظ سے تمھارے قریب تر ہے۔ یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے مقرر کردہ حصّے ہیں یقیناً اللہ رب العزت سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

انسانی عقل و شعور علم و بصیرت کی گہرائی میں پوشیدہ حکمتوں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی۔ انسان کے لیئے یہ جاننا بڑا مشکل گزار عمل ہے کہ کون سے رشتہ دار اصولِ فروع میں زیادہ فائدہ مند اور اچھے ہیں۔ اس پر تقسیم حصص کی مکمل حکمت و مصلحت کو بہتر اللہ رب العزت ہی جانتا ہے۔ اسی کے احکامات کی پیروی میں ہی انسان کی فلاح و بہبود پنہاں ہے۔

سنتِ نبوی سے میراث کی اہمیت

میراث کو اس کے احکامات کے مطابق عدل وانصاف کے ساتھ تقسیم کرنا دشوار ہوتا ہے، کیوں کہ ہر کوئی اپنی طرف جھکتا ہے۔ حالانکہ اس علم پر احکام الٰہی کے مطابق عمل کرنے سے اللہ تعالٰی کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ البتہ اس علم سے گمراہی اور احکام الٰہی کے خلاف عمل کرنے سے دوزخ اس کا ٹھکانہ بن جاتا ہے۔[20] اس علم کی اہمیت کے پیشِ نظر نبی کریم ﷺ نے علم المیراث حاصل کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

«يَا أَبَا هُرَيْرَةَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا، فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْسَى، وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِي»[21]

کہ اے ابوہریرہ! فرائض کو سیکھو اس لئے کہ وہ نصف علم ہے اور سب سے پہلے جو علم میری امت سے اٹھالیا جائے گا وہ علم الفرائض ہے"۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ قَطَعَ مِيرَاثًا فَرَضَهُ اللَّهُ، قَطَعَ اللَّهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ»[22]

کہ جس شخص نے اپنے وارث کا حق کامارا قیامت کے روز اللہ تعالٰی اس کو جنت سے اس کے حصہ سے محروم کردیں گے۔

اسی طرح یعلی بن مرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

«أَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ، كَلَّفَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَحْفِرَهُ حَتَّى يَبْلُغَ آخِرَ سَبْعِ أَرَضِينَ، ثُمَّ يُطَوَّقَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ»[23]

کہ جس شخص نے زمین سے ایک بالشت ظلماً، لی، اللہ تعالیٰ اس کو اس کی تکلیف دیں گے کہ وہ اس کو سات زمینوں کے آخر تک کھودے پھر یوم قیامت کے آخر تک یعنی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے تک اس کو اس کا طوق پہنائیں گے۔

تقسیم میراث کی اہمیت کا اندازہ نبی کریم ﷺ کے اس قول مبارک سے بہ خوبی ہو جاتا ہے:

«تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ، وَعَلِّمُوهُا النَّاسَ،----، فَإِنِّي امْرُؤٌ مَقْبُوضٌ، وَالْعِلْمُ سَيَنْقُصُ، وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ، حَتَّى يَخْتَلِفَ اثْنَانِ فِي فَرِيضَةٍ لَا يَجِدَانِ أَحَدًا يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا»[24]

علم میراث سیکھو اور دوسروں کو سکھلاؤ کیوں کہ مجھے بھی فوت کیا جائے گا اور علم میراث قبض کر لیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ دو آدمی مقررہ میں اختلاف کریں گے اور کوئی ایسا آدمی نہ پائیں گے جو ان میں فیصلہ کرے۔

علم انسان کے دماغ کو روشنی بخشتا ہے اور انسان کی سوچ کو وسعت دیتا ہے جس کی بدولت انسان صحیح اور غلط کی پہچان کر سکتا ہے۔ میراث کا علم انسان کو اس لئے سکھایا گیا ہے۔ تاکہ وہ تمام فرائض کی بجاآوری بخوبی کر سکے اور ورثاء کے حقوق کا خیال رکھے۔ علم کے بغیر انسان کی حیثیت بنجر زمین کی سی ہے۔ جو فصل اور ہریالی سے محروم ہوتی ہے۔

میراث کی اہمیت صحابہ کرام کے نزدیک

سنت نبوی ﷺ کی خوشبو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ جسے انہوں نے اپنی طرز زندگی کے طور پر اپنایا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے نزدیک علم المیراث کی بہت زیادہ اہمیت تھی۔ سنن دارمی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

«تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَاللَّحْنَ وَالسُّنَنَ كَمَا تَعَلَّمُونَ الْقُرْآنَ»[25]

کہ اے لوگو! فرائض کو ایسی ہی توجہ اور محنت سے سیکھو جس طرح قرآن پاک کو سیکھتے ہو۔

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«مَنْ عَلِمَ الْقُرْآنَ وَلَمْ يَعْلَمِ الْفَرَائِضَ، فَإِنَّ مَثَلَهُ مَثَلُ الْبُرْنُسِ، لَا وَجْهَ لَهُ، أَوْ لَيْسَ لَهُ وَجْهٌ»[26]

کہ جو شخص قرآن سیکھے اور فرائض نہ سیکھے وہ ایسا ہے جیسے اس کا سر ہو اور چہرہ نہ ہو"۔

علماء کرام نے بھی علم الفرائض کو بڑی اہمیت دی۔ علماء کرام فرماتے ہیں:"کہ فرائض کا ایک مسئلہ بتلانے پر دوسرے قسم کے سو مسئلوں کے برابر ثواب ملتا ہے"[27]

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ میراث کا مسلہ نہایت اہم مسئلہ ہے اس لئے اس سے متعلق تمام اہم مسائل سے آگاہی ضروری ہے۔کیونکہ لاعلمی کی وجہ سے کسی کی حق تلفی ہونے کا امکان ہے۔

اسلام کی رو سے ترکہ کی تقسیم

قانون وراثت میں سے مردوں اور عورتوں کے حقوق، ان کے والدین واقرباء کے ترکہ میں سے متعین کردیئے گئے۔ تاکہ زورآور عصبات اور وارثوں کے لئے مورث کی تمام املاک و جائیداد سمیٹ کر اس پر قابض ہو جانے کا کوئی موقع ہی باقی نہ رہے۔اسلام سے پہلے نہ صرف عرب میں بلکہ ساری دنیا میں یہ حال رہا ہے کہ یتیموں اور عورتوں کا کیا ذکر، تمام کمزور ورثہ زورآور وارثوں کے رحم و کرم پر تھے۔اس صورت حال کو ختم کردینے کے لئے قرآن نے تمام وارثوں کے حقوق حتٰی کہ مردوں کے بھی متعین کردیئے ہیں۔ پہلی بار عورتوں کو بھی مردوں کے پہلو بہ پہلو حق داروں کی صف میں اپنے والدین واقرباء کے ترکے میں سے جگہ ملی۔[28]

اللہ تعالیٰ نے سب کے حصے مقرر فرمائے ہیں۔خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اور ساتھ میں اس بات کی بھی ہدایت کی گئی ہے کہ اگر تقسیمِ وراثت کے وقت رشتے داروں میں سے غریب، مساکین یا یتیم آجائیں۔تو ان کے ساتھ برا سلوک نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ ان کو بھی تھوڑا بہت دے دینا چاہیئے۔اس عمل سے خدا بھی راضی ہو گا اور ان غریب مساکین کی دلجوئی بھی ہو جائے گی۔

جہاں تک مرد اور عورت کے حصوں میں فرق کا تعلق ہے تو یہ ہر مقام پر یکساں نہیں رہتا۔ بعض اوقات عورت کو مرد کے برابر حصہ مل جاتا ہے تو کبھی مرد سے زیادہ ترکہ بھی مل جاتا ہے۔اور کچھ حالات میں مرد محروم رہ جاتا ہے جبکہ عورت اپنا حصہ حاصل کر لیتی ہے۔جیسا کہ وہ احوال جس کے تحت مرد کو عورت سے زیادہ حصّہ ملتا ہے

پہلی حالت

اگر کسی نے اپنے ورثاء میں بیٹا اور بیٹی چھوڑے ہوں تو اس مقام پر مرد (بیٹے) کو عورت (بیٹی) سے دوگنا حصّہ ملتا ہے۔

اس ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾[29]

اللہ تعالیٰ تمھیں اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مذکر کے لئے مونث کی بہ نسبت دو حصّے ہیں۔

اسی طرح اگر ورثاء میں اولاد نہ ہوں بہن بھائی ہوں تو اس صورت میں مرد کو عورت سے دوگنا حصّہ ملتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین کے تحت۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [30]

اگر بھائی مذکر اور مونث "دونوں قسم کے" ہوں تو مذکر کے لئے مونث کی بہ نسبت دو حصّے ہوں گے، واضح کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمھارے لئے تاکہ تم گمراہ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا علم رکھنے والا ہے"۔

دوسری حالت

اسی طرح شوہر کو بیوی کی بہ نسبت دوگنا حصہ ملتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [31]

اگر تمھاری بیویوں کی اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمھارے لئے نصف ہے۔ اگر بیویوں کی اولاد ہو تو تمھارے لئے ترکہ میں سے چوتھا حصّہ ہے وصیت کی تکمیل اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔ اگر تمھاری اولاد نہ ہو تو ان "بیویوں" کے لئے تمھارے ترکہ میں سے چوتھا ۱/۴ حصّہ ہے اور اگر تمھاری اولاد ہو تو ان "بیویوں" کے لئے تمھارے ترکہ آٹھواں ۱/۸ حصّہ ہے"۔

تیسری حالت

جب کوئی مرد اپنے ورثاء میں ماں، باپ اور ایک بیٹی بھی چھوڑے تو ماں کو چھٹا حصّہ، بیٹی کو نصف اور باپ کو چھٹا حصّہ ملنے کے بعد باقی ماندہ بھی باپ کو بطور عصبہ ملے گا رد کی صورت میں، اس طرح اس مقام پر بھی مرد کو عورت کے مقابلے میں دوگنا حصّہ ملتا ہے۔[32]

وہ شرعی سبب جس کی رو سے عورت مرد سے زیادہ حصہ حاصل کرتی ہے

پہلی حالت

اگر کسی عورت نے اپنے ورثاء میں ماں، باپ اور شوہر چھوڑے ہوں تو اس کے ترکہ کی تقسیم کچھ اس طرح سے ہوگی کہ شوہر کو نصف حصّہ اور ماں کو ثلث (یعنی دو حصّے) اور باقی یعنی (ایک حصّہ) باپ کو ملے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ﴾[33]

اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث والدین ہوں تو ماں کو تیسرا، ۱/۳ حصّہ ملے گا۔

اگر دیکھا جائے تو ماں اور باپ دونوں کے درجات ہیں۔ لیکن شریعت کی رو سے ماں کو باپ سے زیادہ حصّہ مل رہا ہے۔

وہ شرعی سبب جس کے تحت مرد اور عورت دونوں کو برابر حصہ ملتا ہے

والدین (ماں، باپ) کے حصے

اگر کسی شخص کے ورثاء میں اولاد کے ساتھ والدین بھی ہوں تو والدین میں سے دونوں کو چھٹا حصّہ ملے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾[34]

اگر میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کے لئے ترکہ میں سے چھٹا ۱/۶ حصّہ ہوگا"۔

اور اگر والدین کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا ہو تو باقی بھی اسے ہی ملے گا۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَلْحِقُوا الفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ»[35]

وراثت کے مقررہ حصّے ان کے حقداروں کو دو، پھر جو بچ جائے وہ میت کے سب سے زیادہ قریبی مذکر کے لئے ہے۔

اخیافی (یعنی ماں شریک) بہن بھائی کی میراث:

کلالہ کی تعریف

ایسے مرد وعورت جن کے اصول ''یعنی باپ دادا'' اور فروع ''یعنی اولاد اور بیٹے کی اولاد'' نہ ہوں وہ کلالہ ہے۔[36] اگر کسی ایسے شخص کے ورثاء میں اس کے ماں شریک بہن بھائی ایک یا دو ہوں تو ان کو ثلث ملے گا جس میں دونوں (مرد وعورت) بہن بھائی برابر کے شریک ہوں گے۔ سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُواأَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ﴾[37]

اور اگر وہ مرد کہ جس کی میراث ہے باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا یا عورت ہو ایسی ہی اور اس میت کے ایک بھائی ہے یا بہن ہے تو دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصّہ ہے۔ اور اگر زیادہ ہوں اس سے تو سب شریک ہیں ایک تہائی میں۔

وجوہات تفاوت

مرد وعورت کے حصوں میں تفاوت کی ایک بڑی اور واضح وجہ یہ ہے کہ

1۔ ''مرد کی آمدنی کا نصف حصّہ عورت پر خرچ ہوتا ہے۔ مرد پر اپنے ذاتی اخراجات پورے کرنے کے علاوہ عورت اور بچوں کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مرد پر عورت کا مہر دینا بھی لازم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ازدواجی زندگی کے آغاز ہی سے شرعی طور پر عورت کے لئے مرد کے ذمہ عورت کا مہر مقرر کر دیا جاتا ہے، عورت اس مہر کا جب بھی مطالبہ کرتی ہے تو مرد پر ادائیگی لازم آتی ہے۔ اس طرح عورت مہر وصول کرنے والی ہوتی ہے۔ چنانچہ عورت کو جو کچھ وراثت اور مہر کے طور پر ملتا ہے وہ عورت کی بچت ہوتی ہے''[38]

2۔ ''مرد کی ذمہ داری میں عورت اور بچوں کو رہائش، لباس، خوراک اور دوسرے لوازمات زندگی کی فراہمی کے علاوہ نوکر تک کا اہتمام کرنا اگر بیوی کی شان اور ضرورت اس کا تقاضا کرتی ہو۔ شامل ہے۔[39]

اگر عورت کمانے والی ہو تو تب بھی عورت اور اس کے بچوں کا کفیل اللہ رب العزت نے مرد کو بنایا ہے اور عورت کو معاشی، سماجی اور عائلی ذمہ داریوں سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اسی طرح جب والدین پر عمر رسیدگی کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے مالی ذمہ داریاں کم ہو جاتی ہیں۔ تو مرد و عورت کے حصوں میں تفاوت نہیں رہتا، بلکہ ان کو یکساں حصّہ ملتا ہے اس صورت میں کہ جب میت نے والدین کے ساتھ اولاد بھی چھوڑی ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾[40]

میت کی اولاد کی موجودگی میں والدین میں سے ہر ایک کے لئے ترکہ میں (برابر) کا چھٹا حصّہ ہے۔

سورۃ النساء میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ﴾[41]

اگر مرد یا کلالہ ہو اور اس کا ایک اخیافی بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کو سدس ۱/۶ حصّہ ملے گا۔

لہذا واضح ہوا کہ یہاں پر بھی تقسیم میراث مرد و عورت کے درمیان ہو رہی ہے لیکن پھر بھی برابر حصّہ مل رہا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی قانون وراثت میں مرد کا حصّہ محض مرد ہونے کی حیثیت سے زیادہ نہیں ہے ورنہ پھر اس مقام پر بھی مرد و عورت کے حصص میں فرق برقرار رہتا۔[42]

عورتوں کے حصّے پر اعتراض اور اس کا جواب

اسلامی قانونِ میراث کے اصولوں کا سطحی طور پر مطالعہ کرنے والوں کو یہ مغالطہ پیش آتا ہے کہ اسلام میں بھی عورت کو مرد سے کمتر سمجھا جاتا ہے۔ یہ مغالطہ سورۃ النساء کی آیت کریمہ للذکر

مثل حظ الانثیین (کہ ایک مرد کو دو عورتوں کے حصّہ کے برابر حصّہ ملتا ہے۔) کی اصل و پوشیدہ حکمت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ لہذا اس مغالطہ کو دور کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اسلامی قانون میراث کے اصولوں کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے۔[43]

مذہب اسلام میں گرچہ مرد و عورت کے مابین ذمہ داریوں، جنس اور قوت و طاقت کے اعتبار سے فرق ہے۔ البتہ حقوق کے لحاظ سے مرد و عورت میں کوئی امتیاز نہیں دونوں برابر ہیں، ہر ایک دربارِ الٰہی میں اپنی ذمہ داریوں کے لئے جواب دہ ہوگا۔ سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ﴾[44]

یعنی مرد و عورت کو ان کے عمل کے مطابق نتائج و ثمرات ملیں گے۔ اسی طرح ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا،[45]

مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اپنی رعیت میں عمل پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمران ہے اور وہی اپنی حکومت کے دائرے میں اپنے عمل کے لئے جواب دہ ہوگی۔

لہذا انہی ذمہ داریوں کی بناء پر اسلام نے عورتوں کو میراث میں حق عطا فرمایا۔ اصل میں اسلامی قانون وراثت حسنِ معاشرت و معیشت کے قیام پر منحصر ہے۔ آیت کریمہ للذکر مثل حظ الانثیین درج ذیل حکمتوں پر مشتمل ہے:

1۔ "اس آیت پر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ تقسیم میراث کے قانون میں عورت کو ہی اصل (بنیاد، اکائی) قرار دیا گیا ہے یعنی عورت کو تقسیم میراث میں اساس بنایا گیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس طرح مذکور نہیں ہے کہ عورت کا حصّہ مرد کے نصف حصّہ کے برابر ہے بلکہ فرمایا گیا کہ ایک مرد کا حصّہ دو عورتوں کے حصّہ کے برابر ہے۔ غرض یہ کہ تقسیم میراث کا

سارا علم عورت کے حصّہ کے اکائی کے گرد گھومتی ہے۔ جو عورت کی عزت و تکریم کا ثبوت ہے۔"

2۔"شریعت نے چونکہ مرد کو عورت کا کفیل بنایا ہے۔ گھریلو زندگی میں بھی مرد پر معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا گیا ہے اور عورت کو ان ذمہ داریوں سے سبکدوش رکھا گیا ہے۔ لہذا انصاف کا تقاضا یہی تھا کہ مرد کی ذمہ داریوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کا حصّہ عورت کے حصّہ سے زیادہ رکھا جاتا۔"[46]

اسلامی قانون میراث کی خلاف ورزی پر قرآن وسنت میں وعید:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والے عذابِ الٰہی کے مستحق ہوتے ہیں۔ جو لوگ مستحقین کا شرعی حق تلف کرتے ہیں۔ لہذا ان لوگوں نے کفار اور یہود و نصاریٰ کی راہ اپنائی ہوئی ہے۔ان کے بارے میں سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴾[47]

بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں بے شک وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

سورۃ النساء میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوالَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾[48]

اے ایمان والو! نہ کھاؤ تم ایک دوسرے کے مال کو آپس میں باطل طریقے سے۔

اسی طرح سورۃ الفجر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَمًّا-وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾[49]

اور تم لوگ میراث کا مال سارا مال کھا جاتے ہو اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو۔

پھر احادیث مبارکہ میں روز قیامت کی ہولناکیوں کا تذکرہ فرمایا ہے تاکہ امت مسلمہ ان کو یاد کرکے ایسے جرائم سے اپنے آپ کو عذاب الٰہی سے بچا سکیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ فَرَّ مِنْ مِيرَاثِ وَارِثِهِ، قَطَعَ اللَّهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[50]

جس نے اپنے وارث کا حق مارا تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے یعنی اس کے حصّہ سے محروم کر دیں گے"۔

اسی طرح حضرت سالم نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ»[51]

جس شخص نے کسی کی زمین سے ناحق کچھ لیا تو قیامت کے دن اس کو سات زمینوں تک غرق کیا جائے گا"۔

تقسیم میراث کے فوائد

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق تقسیم میراث بے شمار اجر وثواب کا باعث بنتا ہے۔ شرعی اصولوں کے مطابق تقسیم میراث سے درج ذیل انفرادی واجتماعی فوائد حاصل ہوتے ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ کی رضاوخوشنودی حاصل ہو کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

2۔ شرعی احکام پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں جنت کا مستحق بنتا ہے۔

3۔ قیامت کے دن عذاب الٰہی سے نجات حاصل ہو گی اور نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے مستحق ہوں گے۔

4۔ مالی عبادات کی قبولیت کا ذریعہ بنتا ہے جو کہ روز آخرت کے لئے ایک بہت بڑا سرمایہ ہے۔

5۔ مستحقین کو جب ان کا حق ملتا ہے تو ان کے دل سے ایسے لوگوں کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔

6۔ تقسیم میراث دولت تقسیم کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے جو اسلام کا ایک اہم مقصد ہے۔ سورۃ الحشر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ﴾[52]

تاکہ دولت مالداروں کے ہاتھ میں نہ رہے بلکہ گردش کرتی رہے۔

عصر حاضر میں تقسیم میراث کی عملی صورت حال

عصر حاضر میں موجودہ صورت حال یہ ہے کہ یہاں خواتین کو جہیز دیا جاتا ہے لیکن وراثت کے شرعی حق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ یہ اثر ہمارے معاشرہ میں ہندوؤں سے آیا ہے۔ میراث کی غیر منصفانہ تقسیم کی بدولت معاشرے پر اس کے گہرے مضر اثرات مرتب ہو رہے ہیں، جو بہت سے رشتوں اور باہمی تعلق کے توڑنے کا سبب بن رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے دلوں میں نفرتیں، کینہ اور بغض جگہ لے رہے ہیں۔ والد کی میراث سے بہنوں کو حصہ نہیں ملتا اور جب وہ اپنے شرعی حق کے لئے کوشش کرتی ہیں یا ان کے شوہر جرگے یا عدالت کے ذریعے اپنی بیوی کو اس کا حق شرعی دلانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو حسد اور ہٹ دھرمی کی بناء پر بھائی ہمیشہ کے لئے اپنی بہن سے لا تعلق ہو جاتے ہیں یعنی بہن بھائی کا خونی رشتہ جو ایک اٹوٹ رشتہ مانا جاتا ہے۔ چند روپوں کے عوض ختم کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح بہت سے والدین اور بھائی اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو میراث دینے کے حق میں نہیں ہوتے۔ جس کی وجہ سے وہ ان کی شادیاں نہیں ہونے دیتے۔ یا پھر قرآنِ پاک سے ان کی شادی کروا دیتے ہیں اور وہ زندگی بھر کے لئے ان جائز حقوق اور خوشیوں سے محروم کر دی جاتی ہیں جو ان کا اسلامی اور قانونی حق ہے۔ صرف اس وجہ سے کہ کہیں ان کے جائیداد میں کوئی حصہ دار نہ بن جائے۔ اس ڈر اور خوف کی بناء پر وہ انسانیت کا گلہ گھونٹ دیتے ہیں اور اس طرح بہنوں اور بیٹیوں کو ہمیشہ کے لئے اندھیروں میں دھکیل دیتے ہیں۔

انسانی فطرت کا تقاضا دولت کی ہوس ہے وہ اسے پورا کرنے کی خاطر کچھ بھی کر گزرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنا ہنستا بستا گھر بھی تباہ کر دیتا ہے۔ بعض ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ شادی کے بعد جب شوہر سسرال والوں سے بیوی کے حصہ کی ڈیمانڈ کرتا ہے اور جب یہ ڈیمانڈ پوری نہیں کی جاتی تو میاں بیوی میں طلاق تک کی نوبت آجاتی ہے۔ جس کی وجہ سے کئی زندگیاں برباد ہو جاتی ہیں۔ یہ تمام مسائل جنکا ہمیں آج سامنا ہے یہ صرف اسلامی تعلیمات سے

انحراف کا نتیجہ ہے۔ ہماری دنیاوی زندگی تو مسائل کا شکار ہے ہی ہماری آخرت بھی خراب ہو رہی ہے۔ انسان لالچ میں اس قدر آگے بڑھ گیا ہے کہ اس نے تمام تر منزلیں طے کر دی ہیں اور رشتوں کی حقیقت کو فراموش کر دیا ہے دولت کی ہوس نے بوڑھے والدین کا احترام تک ختم کر دیا ہے آج کل کی اولاد بوڑھے والدین سے مال و دولت اور جائیداد کی خاطر ناروا سلوک کرتی ہیں۔ وہ والدین جنھوں نے اپنی اولاد کو بڑے ناز و نعم اور پیار سے پالا پوسا اور پڑھایا لکھایا ہوتا ہے وہی اولاد جائیداد کی خاطر ان ضعیف والدین کو برداشت نہیں کر سکتیں اور انہیں بوجھ سمجھتی ہیں۔

شریعت مرد کو چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ وہ ان میں عدل اختیار کر سکتا ہو۔ شوہر کے فوت ہونے پر تمام بیویاں اس کے ترکہ میں میراث پانے کی حقدار ہوتی ہیں جبکہ زیادہ تر یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر سوتیلی ماں کمزور ہو تو سوتیلی اولاد والد کی وفات پر نہ تو سوتیلی ماں کو میراث میں ان کا حصّہ دیتے ہیں اور نہ ہی گھر میں رہنے دیتے ہیں۔ صرف اکیلی عورت ہی اس ظلم و ستم کا شکار نہیں۔ بلکہ بعض کمزور مرد حضرات بھی اس قسم کی ناانصافیوں کا شکار ہیں۔ مردان کے ایک گاؤں میں ایک مرد نے صرف دو مرلہ زمین کے لئے اپنے بھتیجے کو رمضان المبارک کے مہینے میں ۲۸ ویں شب کو قتل کروا دیا۔ صرف دو مرلہ زمین کے لئے اپنی عاقبت داؤ پہ لگا دی اور وہ بھی رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں۔

یہ جہالت کی انتہا ہے اس دار فانی کے قلیل فائدے کے لئے اپنوں کو ان کے شرعی حق سے محروم کیا جا رہا ہے۔ یہ ظالم لوگ اس دنیا میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے اپنے آپ کو تعزیری سزاؤں سے تو بچا لیتے ہیں۔ اصل میں زیادہ دولت کی لالچ و ہوس نے نہ صرف ان کی آنکھوں پر بلکہ دلوں پر بھی پردہ ڈال دیا ہے اور یہ بھلا دیا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کو بھی جواب دینا پڑے گا۔

خلاصہ بحث

نکتہ تنقیح یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے حقوق کو سمجھیں۔ صرف دولت سمیٹنے، دولت حاصل کرنے اور دوسروں کی حق تلفی کو ہی اپنا شعار نہ بنائیں۔ اپنی عاقبت اس دار فانی کے مختصر سے

فائدے کے عوض خراب نہ کریں۔ اپنی کم علمی، کم فہمی اور دولت کی محبت میں اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق نہ بنائیں جو عذاب الٰہی کا باعث بنے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾[53]

بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں بے شک وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

بلکہ جو حصے شریعت اسلامی نے متعین فرمائے ہیں چاہے کم ہیں، یا زیادہ انہی احکام کے مطابق تقسیم کرنے سے نہ صرف رشتے قائم و مضبوط رہتے ہیں بلکہ دین و دنیا میں بھی کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ عصر حاضر میں تقسیم میراث کے حوالے سے اسلام کی تعلیمات پر عمل نہ کرنے کی بدولت خسارہ ہی پایا ہے اور قابض صرف یتامیٰ کے مال پر ہی نہیں بلکہ حقیقی بہن بھائی بھی اس میں دھوکہ دہی اور زمین پر قبضہ کرکے یا جیسے ناپ تول میں کمی کے باعث شعیب علیہ السلام کی قوم تباہی کا شکار ہوئی ہمارے ہاں عمومی مسلم بھی جھگڑا فساد، زبردستی دھوکہ دہی، جھوٹ بول کر اور لکھ کر (جھوٹی گواہی) اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ اس پر سنجیدگی سے اسلام کے قانون کے مطابق عمل درآمد کی ضرورت ہے ورنہ زمین کا طوق تو احادیث نبوی ﷺ کے مفہوم کے مطابق اس دن پہنایا جائے گا۔

حوالہ جات

[1] وحید الزماں قاسمی کیرانوی، القاموس الوحید، کراچی، ادارہ الاسلامیات، ص 1835۔

[2] قاضی العابدین سجاد میرٹھی، قاموس القرآن، کراچی، یونین پریس دہلی، ص 1954۔

[3] عصمت ابو سلیم، المنجد، ص ۱۱۷۵

[4] مولانا سید امیر علی، عین الهدایہ شرح الهدایہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 1992ء، باب کتاب الفرائض، ج: ۴، ص ۹۴۴

[5] ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، مجموعہ قوانینِ اسلام، اسلام آباد، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، 2004، ص 1569، جلد پنجم۔

[6] منہاج الدین مینائی، اسلامی فقہ، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 2002، ص 435۔

[7] مولانا اشتیاق احمد صاحب بھنگوی، طرازی شرح سراجی،، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص ۳۴

[8] الشیخ علاءالدین محمد بن علی، ردالمختار علی درالمختار (حاشیہ ابن عابدین)، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، کتاب الفرائض، ج۱۰، ص:525

[9] http://www.ehow.com/facts_6772911_jewish-law-concerning-inheritance_.html(11,12,13)

نیز دیکھئے کتاب استثناء،20:16کتاب گنتی،8تا11۔امثال:22:13وغیرہ۔ نیز دیکھئے،ایف ایس خیر اللہ، کلید الکتاب، مسیحی اشاعت خانہ، لاہور، 2007

[10] http://answers.yahoo.com/question/index?qid(11,12,13).see also: Laws of Christians

[11]

http://www.islamweb.net/emainpage/index.php?page=articles&id=177107(11,12,13

[12] مولانا سید میاں صاحب، مفید الوارثین، ادارہ اسلامیات، لاہور، 1980ء، ص12۔ نیز دیکھئے کوتلیہ چانکیہ، ارتھ شاستر مترجم سلیم اختر، نگارشات پبلشرز، لاہور، 2011، ص:196،113۔ نیز دیکھئے، منو، منودھرم شاستر مترجم ارشد رازی، لاہور، نگارشات پبلشرز، اشلوک:143، ص:320

[13] ابوالکلام احمد آزاد، ترجمان القرآن، اسلامی اکادمی، لاہور، ج:۱، ص ۱۳۹۴

[14] حافظ عمادالدین ابوالفداء اسمعیل، تفسیر ابن کثیر، مترجم محمد جوناگڑھی، شمع بک ایجنسی لاہور، ج:۱، ص ۵۵۷

[15] حوالہ بالا

[16] القرآن، سورۃ النساء ۱۴،۱۳

[17] محمود آلوسی البغدادی، روح المعانی، داراحیا التراث العربی، بیروت، لبنان، ج:۴، ص:۵۷۱

[18] القرآن، سورۃ النساء:۷

[19] سورۃ النساء:11

[20] مولاناسید میاں صاحب، مفید الوارثین، ادارہ اسلامیات، لاہور، 1980ء، ص6۔ نیز دیکھئے میراث اور شریعت کے شرعی اصول وضوابط، ص18، ڈاکٹر عبدالحئ ابرو، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد

[21] ابن ماجہ، السنن، كِتَابُ الْفَرَائِضِ، بَابُ الْحَثِّ عَلَى تَعْلِيمِ الْفَرَائِضِ، ص:908/2، رقم الحدیث:2719۔

[22] سعید بن منصور، سنن سعید بن منصور، كِتَابُ الْفَرَائِضِ، بَابُ مَنْ قَطَعَ مِيرَاثًا فَرَضَهُ اللَّهُ، رقم الحدیث:285، ص:118/1۔

[23] امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال بن اسد الشیبانی (المتوفی ۲۴۱ھ)، مسند احمد بن حنبل، تاریخ طبع ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱م،، ص111/29، حَدِيثُ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ الثَّقَفِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحدیث :17571۔

[24] الدارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل (المتوفی ۲۵۵)، سنن الدارمی، طبع ۱۴۱۲ھ۔۲۰۰۰م، ج:۱، ص:۲۹۸،، بَابُ الِاقْتِدَاءِ بِالْعُلَمَاءِ، رقم الحدیث:۲۲۷

[25] الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابو محمد، سنن الدارمی، کتاب الفرائض، بَابُ: فِي تَعْلِيمِ الْفَرَائِضِ، رقم الحدیث :2892۔ص:1885/4

[26] الدارمی، سنن الدارمی، کتاب الفرائض، رقم الحدیث:2854 بَابُ: فِي تَعْلِيمِ الْفَرَائِضِ، رقم الحدیث:2896۔ ص:1887/4

[27] مولاناسید میاں صاحب اصغر حسین، مفید الوارثین، ادارہ اسلامیات، لاہور، 1980ء، ص:8

[28] امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، لاہور، فاران فاؤنڈیشن لاہور،، 1986، 256، جلد2۔

[29] القرآن، سورۃ النساء ۱۱

[30] ایضاً:176

[31] ایضاً:12

[32] خالد سیف اللہ رحمانی، قاموس الفقہ، ج:۵، ص:۱۵۷

[33] سورۃ النساء ۱۱

[34] ایضاً

[35] امام بخاری، صحیح بخاری، كِتَابُ الفَرَائِضِ، بَابُ مِيرَاثِ الوَلَدِ مِنْ أَبِيهِ وَأُمِّهِ،ج:۸،ص:۱۵۰،رقم الحدیث: ٦٧٣٢

[36] محمد عاشق الٰہی، تفسیر انوار البیان،ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان،2003ء، تفسیر سورۃ النساء،ج:۱،ص:۵٦۵

[37] سورۃ النساء۱۲

[38]

-https://www.facebook.com/islamicideology.official/posts/697519896943240

[39] ایضاً

[40] سورۃ النساء۱۱

[41] ایضاً۱۲

[42] مودودی،ابوالاعلیٰ(سید) تفہیم القرآن،ادارہ ترجمان القرآن لاہور،2000،ج:۱،ص:۳۲٦

[43] http://www.thefreelancer.com.in/show_article.php?article=105

[44] سورۃ النساء:۳۲

[45] البخاری،أبوعبداللہ، محمد بن اسماعیل بن ابراھیم،الجامع الصحیح،كِتَابُ الأَحْكَامِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَ {أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ} [النساء: 59]،رقم الحدیث:۷۱۳۸،ط:1،ج۹،ص:62،دارالشعب القاھرہ،مصر۔

[46] سیدابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن،ص:1/۳۲٦

[47] سورۃ النساء:10

[48] ایضاً:29

[49] سورۃ الفجر۱۹،۲۰

[50] ابن ماجہ،السنن،کتاب الوصایا،بَابُ الْحَيْفِ فِي الْوَصِيَّةِ،رقم الحدیث:۲۷۰۳

[51] البخاری، صحیح بخاری، كِتَاب المَظَالِمِ وَالغَصْبِ، بَابُ إِثْمِ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِنَ الأَرْضِ،رقم الحدیث:2454

[52] سورۃ الحشر:7

[53] سورۃ النساء:10